



The Qur'anic Directive for Confronting Israel in Light of the Supreme Leader's Statements

Arash Rostami¹ and Syed Ghulam Akbar² and Shajar Abbas³

1. PhD Scholar in Islamic Philosophy and Theology, Science and Research University, and Visiting Lecturer at Islamic Azad University, Varamin Branch. Email: arash02151@gmail.com
2. Department of Islamic History, Al-Mustafa International University. akbarsherazi02@gmail.com
3. M.Phil, Department of Persian Language and Literature Al-Mustafa International University shajjarabbas745@gmail.com

Article Info

ABSTRACT

Article type:
Research Article

Article history:

Received:

1 April 2026

Received in revised:

8 May 2026

Accepted:

11 June 2026

Available online:

24 June 2026

Keywords:

Qur'an;
Israel;
Judaism;
Zionism; Palestine;
Imam Khamenei;
Jihad of Clarification;
Islamic awakening

This study aims to explain the Qur'anic directive for confronting Israel and Zionism in light of the statements of the Supreme Leader, Imam Khamenei. It addresses why Palestine is the central concern of the Islamic world and how the Qur'an and the Supreme Leader's thought define the stance toward the Jewish/Zionist enemy. The study is library-based and descriptive-analytical. It examines Qur'anic verses concerning the Children of Israel, historical reports on Jewish deviations, the emergence of political Zionism, the First Zionist Congress of ۱۸۹۴, colonial plans behind the creation of Israel, and relevant speeches of Imam Khamenei. The findings show that the Qur'an presents the Jews and polytheists as the most hostile to believers. It identifies negative traits of the Jewish people, including war-mongering, terrorism, deception, racial supremacy, corruption on earth, hardness of heart, disbelief, and slander against God and the prophets. Zionism is depicted as a racist, colonial, and expansionist movement that created a fake state on Palestinian land. Imam Khamenei regards Israel as a cancerous tumor and the principal enemy of the Muslim ummah. He calls for confronting it through jihad of clarification, unity, and support for Palestine. The study also notes Qur'anic predictions of repeated corruption by the Children of Israel and their eventual defeat. The article concludes that the Islamic Republic's position on Palestine is fully logical and Qur'an-based. The Jewish/Zionist entity is untrustworthy and remains the greatest threat to the Islamic world. Muslims must maintain vigilance, reject normalization with Israel, follow Qur'anic teachings, and trust in divine promises of victory. The defeat of Zionism is near, and the Islamic awakening has strengthened the path of resistance.

Cite this article: Rostami & Akbar & Abbas . (2026). The Qur'anic Directive for Confronting Israel in Light of the Supreme Leader's Statements

New Horizons in Quranic Studies, 2 (3), 152-176



© The Author(s).

Publisher: Al-Mustafa International University



شہید امام خامنہ ای کے بیانات کی روشنی میں اسرائیل سے مقابلے کا قرآنی دستور*



آر ش رستمی^۱ اور سید غلام اکبر^۲ اور شجر عباس^۳

اشاریہ

یہ تحقیق شہید امام خامنہ ای کے بیانات کی روشنی میں اسرائیل اور صہیونیم سے مقابلے کے قرآنی دستور کو واضح کرنا چاہتی ہے۔ اس کا بنیادی سوال یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین کیوں عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ ہے اور قرآن و رہبر معظم کے افکار میں یہودی / صہیونی دشمن کے بارے میں کیا موقف ہے۔ تحقیق لائبریری مصادر پر مبنی اور توصیفی - تجزیاتی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی آیات، قوم یہود کی تاریخی اخراجات، سیاسی صہیونیم کے وجود میں آنے، پہلی صہیونی کانگریس ۱۸۹۷ء، استعماری منصوبوں اور امام خامنہ ای کے خطبات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے۔ یہودیوں کی منفی خصوصیات میں جنگ طلبی، دہشت گردی، مظلوم نمائی، نسل پرستی، زمین میں فساد، قساوت قلبی، کفر، بہتان تراشی اور انبیاء کی تکذیب شامل ہیں۔ صہیونیم ایک نسل پرست، استعماری اور توسع پسند تحریک ہے جس نے فلسطین کی سر زمین پر جعلی ریاست قائم کی۔ امام خامنہ ای اسرائیل کو ”سرطانی غدود“ اور امت مسلمہ کا اصل دشمن قرار دیتے ہیں اور جہاد تبیین، اتحاد اور فلسطین کی حمایت پر زور دیتے ہیں۔ قرآن بنی اسرائیل کے دو مرتبہ فساد اور ان کی شکست کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جمہوری اسلامی ایران کا موقف مکمل طور پر منطقی اور قرآنی ہے۔ یہودی / صہیونی قوم قابل اعتماد نہیں اور عالم اسلام کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ بیدار رہیں، اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی معمول سازی سے گریز کریں، قرآنی تعلیمات اور الہی وعدوں پر بھروسہ رکھیں۔ صہیونیت کی شکست قریب ہے اور اسلامی بیداری نے مزاحمت کو تقویت دی ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن؛ اسرائیل؛ یہودیت؛ صہیونیم؛ فلسطین؛ امام خامنہ ای؛ جہاد تبیین؛ اسلامی بیداری

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۶/۴/۱ & آن لائن کی تائید کی تاریخ: ۲۰۲۶/۶/۱۱

۱. پی ایچ ڈی اسکالر، فلسفہ و کلام اسلامی، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ریسرچ، اور مدعو استاد، آزاد یونیورسٹی ورائین

(arash02151@gmail.com)

۲. بی ایس (تاریخ اسلام) تاریخ اسلام ہائیر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی. (syedaliraza125110@gmail.com).

۳. ایم فل، شعبہ زبان و ادبیات فارسی، زبان، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی. (shajjarabbas745@gmail.com).



تمہید

قرآن کریم نے دوسرے مذاہب کی نسبت یہودیت پر بہت زیادہ توجہ دی ہے۔ جس میں قوم یہود کے انحرافات، تاریخی واقعات، عقائد اور اہم یہودی شخصیات کو مفصل بیان کیا ہے۔ عقیدہ توحید کے لحاظ سے مذہب یہود، مذہب اسلام کے زیادہ قریب ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم قوم یہود کو خدا پر ایمان لانے والی سب سے پہلی قوموں میں سے شمار کرتا ہے۔ (سورہ بقرہ، ۶۲) قرآن کریم یہود و نصاریٰ کو اسی نقطہ اشتراک (توحید) کی بناء پر آپس میں متحد ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ (سورہ آل عمران، ۶۴) لیکن تاریخ گواہ ہے کہ قوم یہود کے بعض رہنماؤں نے خواہشات نفسانی کی وجہ سے تفسیر بالرائے کی اور حقائق کو چھپایا۔ یہ افراد اس قدر دنیا میں ڈوب گئے یہاں تک کہ انہوں نے انبیاء الہی کی تعلیمات کو بھلا دیا، یا انہیں اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیا تھا۔ اس تحقیق میں یہودیوں کے صدر اسلام اور عصر حاضر میں موجود انحرافات کا جائزہ لیا جائے گا اور قرآنی آیات کی روشنی میں ثابت کریں گے کہ یہودی (جیسا کہ ضرب المثل ہے: "گزشتہ تاریخ کا بیان مستقبل کے لیے عبرت ہے") آج بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں اور نت نئے طریقوں سے اس دشمنی کو نبھاتے ہیں۔ اور دوسری جانب، امام خامنہ ایؒ بھی اسرائیل کے بارے میں وہی منطقی سوچ رکھتے ہیں جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔ امام خامنہ ایؒ کی نگاہ میں مسلمانوں کا حقیقی دشمن اسرائیل ہے جبکہ انقلاب اسلامی ایران کی بدولت اسرائیل کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی امید پیدا ہو گئی ہے۔

تعارف مفہیم

قاموس کے مطابق "یہود" دانیال کے شہروں میں سے ایک شہر تھا جو آج کل "یہودیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لفظ عبرانی زبان "یہوہ" سے نکلا ہے جس کے معنی خدا کے ہیں اور یہ لفظ اس قوم کے لیے بولا جاتا ہے جو "یہوہ" یعنی خدا کی عبادت کرتی ہے۔ (مسٹر ہاکس، ۱۳۹۴ء، ذیل واژہ)۔

"صہیون" بیت المقدس میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے دور میں جب بنی اسرائیل کی حکومت مضبوط اور طاقتور تھی۔ اس وقت یہ پہاڑ ایک فوجی مرکز تھا۔ یہ نام قوم یہود کو ان کی طاقت کی یاد دلاتا ہے، جس کا ذکر عہد عتیق میں بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ (توفیقی، ۱۳۹۸ء، ص ۱۰۲)۔ لغت میں "صہیونیت" کے معنی صہیون (پہاڑ) کے عاشق کے ہیں۔ یہودی اس پہاڑ اور بیت المقدس کو اس لیے مقدس اور عزت کی نگاہ



سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہ سرزمین انبیاء الہی سے ملاقات کی جگہ ہے۔ بتدریج سترہویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں، یعنی نشاۃ ثانیہ کے بعد صہیونیسٹ نے ایک سیاسی شکل اختیار کر لی اور نسل پرستی کے نظریات کی تبلیغ کرنے لگی۔ ان پروپیگنڈوں کی وجہ سے انیسویں صدی کے آخر میں "صہیونیت" کا لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہونے لگا جن کا سب سے اہم عقیدہ یہ تھا کہ انہیں تمام قوموں پر برتری حاصل ہے اور اللہ نے انہیں پوری دنیا پر حکومت کرنے کا حق دیا ہے۔ اس طرح ان کے عقیدے کے مطابق فلسطین کی سرزمین "سرزمین موعود" ہے اور وہاں ان کی حکومت بنی چاہیے۔ (واعظی، ۱۳۷۹ء، ص ۱۱)۔ پہلی بڑی صہیونی کانگریس ۱۸۹۷ء عیسوی میں سوئٹزر لینڈ کے شہر بازل میں ہوئی۔ جس کی سرپرستی آسٹریلیوی یہودی صحافی "تھوڈر ہر قصل" کر رہا تھا۔ (پروندہ اسرائیل و صہیونیسٹ سیاست، ص ۵) اس نے فرانس میں درفوس کیس کے رد عمل میں "ریاست یہود" کتاب لکھی اور یہودیوں کو اپنی ریاست بنانے کا راستہ دکھایا۔ اس لیے ہر قصل کو سیاسی صہیونیسٹ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ (نولہ، ۱۴۰۰ء، ص ۱۲۰)

صہیونی فکر کی جڑیں اٹھارویں صدی کے وسط سے ملتی ہیں، جب یہودیوں کی ایک خفیہ تنظیم، جس میں خاخام، علماء اور دانشور شامل تھے۔ جنہیں یہودیوں میں "Learned Elders" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس خفیہ تنظیم کی باگ ڈور انہی افراد کے ہاتھوں میں تھی۔ اس زمانے میں امریکہ اور طاقتور یورپی ممالک میں یہودی مالدار اور طاقتور تھے۔ لیکن ان لوگوں میں کسی قسم کی کوئی ہماہنگی نہیں پائی جاتی تھی۔ اس خفیہ تنظیم نے ان مالدار اور امیر یہودیوں کو آپس میں متحد کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی۔ جن میں یہودیوں کی دولت پر تسلط، میڈیا پر قبضہ اور صہیونی خیالات اور افکار کو فروغ دینا شامل تھا۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۹۷ء انہوں نے سرزمین موعود کی طرف واپسی کا جھوٹا نعرہ لگایا، اور اسی سال پہلی عالمی صہیونی کانگریس میں موجودہ اسرائیل کے قیام کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ (واعظی، ۱۳۷۹ء، ص ۱۲)۔ انیسویں صدی میں صہیونیت کی قوم پرستی کی فکر نے پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا جس چیز نے یہودیوں کی اس خفیہ تنظیم کے رہنماؤں کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے یہودیوں کے لیے ایک الگ ریاست قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ (میری، ۱۳۷۲ء، ص ۸۴)۔

انیسویں صدی میں کونسا واقعہ پیش آیا؟ اس وقت کی سب سے بڑی استعماری طاقت یعنی برطانیہ نے جرمنی کے برق رفتاری سے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو روکنے کی کوشش کی۔ جس کے لیے اس نے ہالینڈ، سلیم، اسپین، پرتگال



اور اٹلی جیسے ممالک سے رابطے قائم کیے اور آخر کار ۱۹۰۷ء میں ایک بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس میں خبردار کیا گیا کہ مغرب کے لیے سب سے بڑا خطرہ بحیرہ روم کے ساحلوں کا ہاتھ سے نکل جانا ہے، جو مشرق و مغرب کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے اور مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ مسلمان ایک متحد امت ہیں۔ ان کے پاس وسیع زمینیں اور وسائل ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ مسلمان بیدار ہو کر ہماری غلامی سے آزاد ہو جائیں۔ اس لیے طاقتور ممالک کو مسلمانوں کو منتشر رکھنے اور ان کے اتحاد و بیداری کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس کا پہلا مرحلہ افریقہ کو ایشیا سے الگ کرنا ہے۔ یہی وہ پہلی وجہ تھی جس نے استعماری حکومتوں کو بحیرہ روم کے کنارے ایک مستقل ریاست کے قیام کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا، لیکن اسرائیل کے وجود میں آنے کی یہ واحد وجہ نہیں تھی بلکہ اسرائیل کے وجود میں آنے کی دوسری وجہ دین بھی ہے۔

اسرائیل کے وجود میں آنے کی دوسری وجہ کے اسباب کی کھوج تقریباً تین ہزار سال پہلے، یعنی جس سال یہودی فلسطین سے نکلے تھے، کی جاسکتی ہے۔ جس سال انہوں نے فلسطین کی جدائی میں آنسو بہائے تھے۔ حافظ میکی جو اس بات کا عینی شاہد ہے کہ بیت المقدس کی دیوار بہت سے یہودیوں کے گریہ پر گواہ ہے اور مسلمانوں کی شکست کے بعد یہودیوں نے اسی دیوار کے قریب اپنی آخری جیت کا جشن منایا اور خوشی و مسرت کے آنسو بہانے کے ساتھ ساتھ خوشی سے قہقہے لگائے۔ ان افراد میں اسرائیلی وزیر اعظم، علماء اور یہودیوں کے بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ (شیرازی، ۱۳۸۱ء، ص ۴۳) کلی طور پر صہیونیسٹ کی تشکیل میں تین یہودی مفکرین نے اہم کردار ادا کیا ہے: "ہینسکر، کالیسپر اور موسیٰ ہس"۔ انہوں نے یہودیوں کی حقیقی آزادی اور منجی موعود (ماشیح) کی آمد کو پریر و شلم میں ایک آزاد ریاست کے قیام سے مشروط کیا۔ (ابابان، ۱۳۵۸ء، ص ۴۲۰) صہیونیسٹ کی اس تحریک کا پہلی بار عالمی یہودی کانگریس میں دنیا کے سامنے اعلان کیا گیا اور اس طرح یہ تحریک خفیہ اور پوشیدہ طور پر کام کرنے سے بے نیاز ہو گئی۔ یہودی ریاست کے قیام کی جگہ کے بارے میں دو نظریے پائے جاتے تھے:

۱۔ ایک گروہ مرحلہ وار منصوبے کا قائل تھا۔ یعنی فلسطین کے علاوہ کسی اور جگہ یہودی ریاست قائم کی جائے، پھر طاقت حاصل کرنے کے بعد فلسطین پر قبضہ کیا جائے۔ اس کام کے لیے موزامبیک، کانگو، ارجنٹائن، پھر قبرص، سینا اور یوگنڈا کے ممالک کا انتخاب کیا۔



۲۔ دوسرے گروہ کا ماننا تھا کہ پہلے فلسطین اور سرزمین موعود میں ہی یہودی ریاست قائم کی جائے۔ ۱۹۰۸ میں دوسری صہیونی کانگریس لاہہ کے شہر میں منعقد ہوئی۔ اسی اجلاس میں ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ فلسطین میں ہی ایک یہودی ریاست قائم کی جائے۔ (واعظی، ۱۳۷۹ء، ص ۱۷۱)۔ اگرچہ "ابابان" کا کہنا ہے کہ پہلی کانگریس میں ہی فلسطین کو یہودیوں کے لیے سرزمین امن کے طور پر منتخب کر لیا گیا تھا۔ (ابابان، ۱۳۵۸ء، ص ۴۴۲) جبکہ بعض مفکرین اس بات کے قائل ہیں کہ تاریخی حوالے سے صہیونیسٹ کے نظریے کی بنیاد بہت پرانی ہے، یہ محض ۷۰ یا ۸۰ سالہ پرانا اور سطحی نظریہ نہیں بلکہ یہ نظریہ قوم پرستی اور برتری کے عقیدے پر مبنی ہے جو یہودیوں کی تاریخ میں بہت پرانا نظریہ ہے۔ (سپاہ پاسداران، ۱۳۶۰ء، ص ۱۳۱)

۱۔ صہیونیسٹ کے مقاصد اور انکی خصوصیات

قوم یہود کے اندر جو بری صفات پائی جاتی ہیں ان کا اطلاق آج کی صہیونیسٹ پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن تکرار سے بچنے کے لیے ہم صرف یہاں پر صہیونیسٹ کی اہم خصوصیات پر بات کریں گے۔ کسی بھی قوم کی خصوصیات کو اس کی تاریخ، زندگی، بین الاقوامی معاشروں اور پڑوسیوں کے ساتھ رویے کی بنیاد پر سمجھا جاسکتا ہے۔ صہیونیسٹ کی خصوصیات کو مختلف جہتوں سے پیش کیا جاسکتا ہے جن میں سیاسی، سماجی اور مذہبی اہم مسائل شامل ہیں۔

۱۔۱۔ سیاسی خصوصیات

الف۔ جنگ جوئی

صہیونیوں نے فلسطین کی سرزمین پر قبضہ کر کے عرب ممالک کے ساتھ متعدد جنگیں لڑیں۔ اسکے علاوہ اسرائیل نے جنگ جہانی اول اور دوم میں بھی حصہ لیا۔ غاصب اور جعلی ریاست کے قیام کے بعد سے لے کر اب تک اسرائیل نے شام پر ۲۱۸۸ مرتبہ، لبنان پر ۱۹۳۶ مرتبہ اور ۱۴۹۰۳ مرتبہ اردن پر حملے کیے ہیں۔ (طبارہ، بی تا، ص ۱۲۵) ان حملوں کی وجہ کے متعلق صہیونی دانشوروں کے پروٹوکول (ساتواں پروٹوکول) میں لکھا ہے "ضروری ہے کہ ایشیا اور یورپ میں جنگ، فتنہ اور فساد برپا کیے جائیں"۔ (نویہض، ۱۳۷۳ء، ص ۲۸۳) اسی طرح امریکی مصنف "ثرثلا مبلن" نے اپنی کتاب "اسرار سازمان مخفی یہود" میں بیان کرتا ہے کہ: "دنیا کی تمام سیاسی اور معاشی مشکلات اور رونما ہونے والی تمام جنگوں کا باعث یہودی ہیں"۔ (ثرثلا مبلن، ۱۳۸۳ء، ص ۱۲۷) اسی طرح



اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ میں عربوں نے صلح کی کوشش کی تو اسرائیل نے ان کے طیاروں کو مصر ہی میں تباہ و برباد کر دیا تھا۔ (شیرازی، ۱۳۸۱، ص ۸۵)

ب۔ دہشت گردی

اسرائیلی حکومت نے اپنے دہشت گرد گروہ "ایرگون" کا ساتھ دے کر بہت سے خطرناک کام انجام دیے، جن میں حماس کے رہنماؤں (ڈاکٹر فتحي شقائي اور شیخ احمد یاسین) اور اسی طرح ۱۹۴۷ء میں "دیر یاسین" کی بستی میں سرعام قتل و غارت شامل ہے۔ (طیارہ، بی تا، ص ۱۲۴) صہیونی دانشوروں کے سترہویں پروٹوکول میں موجود ہے کہ: غیر یہودی مشہور و معروف شخصیات کی عزت اور وقار کو کم کرنے کے لیے انہیں وقتاً فوقتاً قتل کر دیا جائے۔ (نویہض، ۱۳۷۳، ص ۳۴۲)

ج۔ مظلوم نمائی

صہیونی دعویٰ کرتے ہیں کہ تاریخ میں (خاص طور پر یروشلم سے جلا وطنی کے بعد) ان پر ظلم، قتل اور ان کی تحقیر کی گئی اور یہ ساری مصیبتیں انہوں نے خدا کی خاطر برداشت داشت کیں۔ اس لیے ان کا حق ہے کہ ان کی اپنی سرزمین اور مستقل ایک ریاست ہو۔ اس کے لیے انہوں نے "ہولو کاسٹ" جیسی جھوٹی کہانیاں گھڑ لیں تاکہ اپنی مظلومیت ثابت کر سکیں۔ یہودیوں کی یہ مظلوم نمائی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ نام نہاد یہودی روشن فکر مورخین نے لکھا کہ: ہم ایک ایسی قوم ہیں جس نے ہر جگہ سچائی اور ایمانداری سے معاشرے میں مل جل کر رہنے کی کوشش کی تاکہ اس معاشرے کا حصہ بن سکیں اور اپنے ارد گرد بسنے والی قوموں کے رنگ میں رنگ کر اپنی زندگی بسر کریں، صرف اپنے اباؤ اجداد کے دین اور عقیدے پر قائم رہیں مگر ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جس ملک میں بھی ہم رہتے وہاں ہمیں اجنبی اور بیگانہ سمجھا گیا۔ ہمیں اذیتوں اور شکنجوں میں رکھا گیا اور پوری دنیا میں ہمارا یہی حال ہے۔ (ابابان، ۱۳۵۸، ص ۳۸۴)

د۔ مسلمانوں سے دشمنی

یہودی صدر اسلام سے ہی مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار رہے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کے مقدسات کی بے حرمتی کرتے، اسی طرح بہائیت اور وہابیت جیسے گمراہ کن فرقوں کی بنیاد رکھ کر مسلمانوں میں اختلافات پیدا کر رہے ہیں۔ (الرفاعی، ۱۳۷۷، ص ۷۵) یہودیوں کا مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار ان کی خفیہ تنظیم ہے۔



جس کے ذریعے انہوں نے بہت سے جاسوسوں کی تربیت کی اور میڈیا کے ذریعے سے مسلمانوں کے خلاف پرو پیگنڈے کیے۔ یہودی دانشوروں کے دوسرے پروٹوکول میں ہے کہ: "ہم دنیا سے لوگوں کو بطور جاسوس تربیت دیں گے۔ (نویس، ص ۱۳۷، ص ۲۶۱) اس دشمنی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہودیت اور اسلام دنیا میں سب سے بڑے دو نظریاتی مکتب ہیں جو پوری دنیا میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہودی الٰہی وعدوں کی بنیاد پر اپنے آپ کو دنیا پر حکمرانی کرنے کا مستحق سمجھتے ہیں جبکہ مسلمان، عقیدہ مہدویت اور قرآنی آیات کی روشنی میں ایک عالمی حکومت قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔ مثال کے طور پر جب "موشہ دایان" بیت المقدس میں داخل ہوا تو اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا تھا کہ: "آج یہودیوں نے مسلمانوں سے خیبر کا بدلہ لے لیا ہے۔" (شیرازی، ۱۳۸۱ء، ص ۹۰)

۱-۲- سماجی خصوصیات

الف۔ قوم پرستی

یہودیوں کی واضح اور روشن صفات میں سے ہے کہ وہ دوسری قوموں کو اپنے مذہب میں لانے کے لیے تبلیغ نہیں کرتے کیونکہ یہ قوم متعصب اور لجباز ہے (ر.ک. مکارم شیرازی، ۱۳۷۴ء، ج ۴، ص ۴۴۲) اسی وجہ سے ان کا عقیدہ ہے کہ صرف یہودی ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہیں، اس کے لیے پیدائشی اور نسلی یہودی ہونا ضروری ہے۔ تلمود، یہ تورات کے بعد یہودیوں کی سب سے اہم کتاب ہے جو یہودیوں کے ہاں توضیح المسائل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کو یہودی رہنماؤں اور کاهنوں نے تورات کی روشنی میں اپنی خواہشات کے مطابق لکھا ہے۔ اور اس کتاب میں زندگی گزارنے کے اصول نہیں پائے جاتے، اور یہودیوں کے علاوہ سب انسان کی حیثیت جانوروں کی طرح ہیں اور اس بناء پر انہیں یہودیوں کی خدمت کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ یہودیوں کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ دوسری قوموں کے لیے مہربان اور رحم دل ہوں۔ (جدید بناب، ۱۳۷۹ء، ص ۳۳) نیز تلمود میں یہ بھی آیا ہے کہ: جس طرح انسانوں کو جانوروں اور حیوانات پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح یہودیوں کو باقی تمام دوسری قوموں پر فضیلت حاصل ہے۔ (شیرازی، ۱۳۸۱ء، ص ۱۲۴)



ب۔ زمین میں فساد پھیلانا

یہودیوں کے فساد پھیلانے کی عادت نئی نہیں ہے بلکہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ان سے پہلے بھی فساد پھیلایا کرتے تھے۔ تفسیر مکہ میں ہے کہ یہودی ہمیشہ زمین میں فساد پھیلانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مفسدین کو پسند نہیں فرماتا۔ (مولانا صلاح الدین یوسف صاحب، مطبع شاہ فہد قرآن کمپلیکس سعودی عرب) یہاں تک کہ تاریخ میں انہیں ہمیشہ اسی اخلاقی برائی کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ یہودی اخلاقی لحاظ سے اس قدر پست ہو چکے ہیں کہ اب اسرائیل میں شادی (نکاح) اور طلاق کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ (ہاعولام) اخبار نے ایک رپورٹ میں لکھا کہ "اسرائیل میں زنا کسی بھی صورت میں ممنوع نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قانون اسے روک سکتا ہے۔ (جدید بناب، ۱۳۷۹ء، ص ۱۲۲) اس سر زمین میں جسے یہودی خود سر زمین مقدس کا نام دیتے ہیں، فساد اتنا عام ہو چکا ہے کہ جس کی وجہ سے آج یہ ملک خواتین کی اسمگلنگ اور فساد کے لحاظ سے دنیا کا سب سے پہلا ملک بن چکا ہے۔ (اخبار جمہوری اسلامی ایران، ۱۳۸۳/۹/۲۳) اس کے علاوہ امریکہ میں الکحل کے مشروبات کی تجارت کا کنٹرول بھی یہودیوں کے ہاتھ میں ہے جبکہ ۸۰ فیصد شراب کی کمپنیوں کے مالک بھی یہودی ہی ہیں، نیز سگریٹ کی مختلف اقسام کی تجارت پر بھی یہودیوں کا کنٹرول ہے۔ (شیرازی، ۱۳۸۱ء، ص ۵۲)

ج۔ قساوت قلبی اور سفاکی

اس بحث کے اکثر حصہ کو یہودی کی (جنگ جوئی) سے متعلق بیان کر دیا گیا ہے۔ یہاں پر ہم اسرائیل کی سب سے بڑی جنایت کاری جس کا ذکر ان کے صہیونی دانشوروں کے پروٹوکول میں بھی ملتا ہے بیان کرتے ہیں۔ جب ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ اختتام کو پہنچی اور یہودیوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا تو اس کے بعد یہودیوں نے شہر کے قریب موجود ایک بستی پر حملہ کر کے لوگوں کا قتل عام کیا۔ ان لوگوں کے پاس اپنے دفاع کے لئے کوئی اسلحہ موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے مسجدوں میں پناہ لی مگر ان اسرائیلیوں نے مسجد کے احترام کو پامال کرتے ہوئے تمام مساجد کو بھی بارود سے اڑا دیا تھا۔ (شیرازی، ۱۳۸۱ء، ص ۱۹) اس کے بعد یہودیوں نے "دیر یاسین" کے گاؤں پر حملہ کیا اور ۱۵ حاملہ خواتین کو ایک صف میں کھڑا کر کے گولیاں مار دیں، پیٹ سے بچے نکال کر ان کو باپوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہاں تک کہ بچوں کی طرح ان کے والدین کی لاشوں کے بھی ٹکڑے کر دیے گئے۔ (عبد الفتاح، طبارہ، بی تا، ص ۱۲۳) یہ تمام مظالم



صہیونی دانشوروں کے بنائے گئے پروٹوکول نمبر ایک کے مطابق ہیں: "دنیا پر حکومت صرف طاقت اور ظلم سے ہی ممکن ہے۔" (نویس، ۱۳۷۳، ص ۲۴۹)

۱۔ مذہبی خصوصیات

الف۔ کفر اور بے ایمانی

صہیونیسم کے بانی اور رہنما عموماً ملحد تھے، صاحب تفسیر المنار ملحد ہونے کی وجہ طاغوت کی پیروی قرار دیتے ہیں۔ (رضا، محمد شریف، ۱۴۱۴ھ، ج ۶، ص ۴۴) یہودیوں کے مالدار اور دولت مند ہونے کے باوجود بعض کو جبراً اور ڈرا دھمکا کر اسرائیل کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ بعض یہودی خدا اور روزِ آخرت پر کوئی یقین نہیں رکھتے۔ یہودی ڈاکٹر "اسرائیل شحاہ" کا کہنا ہے کہ میری قوم کے زیادہ تر یہودیوں نے خدا کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے زمانے میں یہودیوں نے بچھڑے کی پوجا اور حمایت کی اور اپنا سارا سونا اس بچھڑے کو بنانے پر لگا دیا تھا۔ آج اس نئے بت کا نام اسرائیل ہے۔ (احمدی، ۱۳۶۷، ص ۳۲۵) شاید یہاں پر یہ سوال کیا جائے کہ یہودی تو تورات کو مانتے ہیں جو ایک آسمانی کتاب ہے۔ لیکن اس کے جواب میں علامہ طباطبائی فرماتے ہیں کہ: جس تورات کو صہیونی مانتے اور عقیدہ رکھتے ہیں وہ تحریف شدہ ہے اور اس کتاب میں کہیں بھی قیامت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ (طباطبائی، ۱۳۶۳، ج ۵، ص ۳۹۸)

ب۔ خدا اور انبیاء پر تہمت لگانا

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ صہیونیسم نے تورات میں تحریف کر کے خدا اور انبیاء پر تہمتیں باندھیں جیسے "برگزیدہ قوم" اور "وعدہ" جیسی تحریف شدہ اصطلاحات کو خدا کی طرف نسبت دی۔ (مقی، علی ابن ابراہیم، ۱۳۸۸، ج ۱، ص ۳۱۰؛ قرآنی، محسن، ۱۳۸۸، ج ۱، ص ۵۴۶) جس کی بناء پر یہودیوں نے ہر قسم کی جنایت سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت یوشع اور حضرت موسیٰ پر بھی قساوتِ قلبی اور لوگوں کے قتل عام کی تہمتیں لگائیں۔ مثال کے طور پر "ابا ابان" جو کہ خود یہودی ہے اس نے حضرت سلیمانؑ پر بہتان باندھا اور ان کی حکومت کو ایک ڈکٹیٹر کی حکومت سے تعبیر کیا۔ (ابا ابان، ۱۳۵۸، ص ۴۱) اس کے علاوہ یہودیوں نے بہت سے انحرافی کام کیے جن کا تعلق اسرائیل سے ہے۔ تاریخ ان کی جھوٹی مظلوم نمائی کے برعکس، ان کے مظالم اور شقاوت کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے۔



ان کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ اسلام ہے۔ ادیانِ ابراہیمی میں سے صرف دین اسلام ہی اسرائیل کو ان کے ناپاک عزائم سے روک سکتا ہے۔ عیسائی ممالک کے زیادہ تر رہنمایا تو یہودیوں کے زر خرید غلام ہیں یا ان کی تحریف شدہ کتابوں کی وجہ سے اسرائیل سے مقابلے کی جرأت نہیں رکھتے۔ لیکن چونکہ یہودی قرآن میں کسی قسم کی تحریف نہیں کر سکے اس لیے حال ہی میں انہوں نے کچھ ممالک میں قرآن کی مقدس کتاب کو جلایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اور مسلمان ہمیشہ سے اسرائیلی جارحیت اور زیادہ خواہی کے سامنے ڈٹے رہے ہیں اور اسرائیل کی ترقی اور پیشرفت میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی ہیں۔ اب ہم قرآن مجید جو مقدس ترین کتاب ہے کی روشنی میں قومِ یہود کے بارے میں جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ امام خامنہ ائی کس طرح قرآن مجید کی روشنی میں اسرائیل کے خلاف جنگ اور قیام کو بیان کرتے ہیں۔

۲۔ قرآن کی نگاہ میں قومِ یہود کی منفی خصوصیات

قرآن مجید جب بھی دوسرے مذاہب اور ادیان کا جائزہ لیتا ہے تو ہمیشہ چند اصولوں پر خاص توجہ دیتا ہے:

الف۔ دوسرے مذاہب کے بارے میں مثبت سوچ۔

ب۔ مشترکات پر توجہ۔

ج۔ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی درجہ بندی کا معیار۔

د۔ اس بات پر توجہ دینا کہ ایک ہی دین کے سب پیروکار ایک جیسے نہیں ہوتے۔

ز۔ حق پر ثابت قدم رہنا اور حق و باطل کی حدود کی پاسداری کرنا۔ (سلیمانی، منطق قرآن)۔

قرآن کریم نے مکمل وضاحت اور تفصیل کے ساتھ دینِ یہود کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں سو سے زائد آیات موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ: ہم نے اس دین (دینِ یہود) کے ماننے والوں کو اپنی بہت سی نعمتوں سے نوازا لیکن اس کے بدلے میں یہودیوں نے تاریخ میں خدا کی بدترین نافرمانیاں کیں۔ پس یہاں پر یہودیوں کی منفی خصوصیات کو قرآن مجید کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔



۲-۱۔ سیاسی خصوصیات

الف۔ جنگ طلبی

قرآن مجید میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶۴ میں یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے بارے میں آیا ہے کہ:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَةٌ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ؛ اور یہود کہتے ہیں: اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، خود ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر لعنت ہو اس (گستاخانہ) بات پر بلکہ اللہ کے تودونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور (اے رسول) آپ کے رب کی طرف سے جو کتاب آپ پر نازل ہوئی ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرے گی اور ہم نے قیامت تک کے لیے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا ہے، یہ جب جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ علامہ طباطبائی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت میں مسلمانوں کے لیے اس بات کی خوشخبری ہے کہ یہودی ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف کوششیں کرتے رہیں گے، جنگ کی آگ بھڑکاتے رہیں گے اور فتنے پیدا کرتے رہیں گے۔ (البتہ وہ جنگ جو اسلام اور ایمان کے خلاف ہو) یقیناً ناکام اور بے مراد رہیں گے۔ البتہ ایسی جنگیں جو ان کے اور مسلمانوں کے مابین سیاست یا قوم کی برتری حاصل کرنے کے لیے ہوں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح کی پیشین گوئی نہیں کی۔ یہودیوں کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ زمین کو دین کے خلاف فساد سے بھر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی زمین اور اپنے محبوب بندوں کو تنہا چھوڑتا ہے اور نہ ہی یہودیوں کو ان کے ناپاک عزائم میں کامیاب ہونے دے گا بلکہ ان کی کوششیں ہمیشہ رائیگاں جائیں گی۔ (طباطبائی، ۱۳۶۳، ج ۶، ص ۵۰)

ب۔ دہشت گردی



مدینہ میں یہودیوں کا "بنی نضیر" نامی قبیلہ رہتا تھا۔ اس قبیلے نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبرائیل کے ذریعے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس منصوبہ سے آگاہ کیا گیا۔ آپ کے قتل کے منصوبے کی وجہ سے یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا وہ ٹوٹ گیا۔ جس کے نتیجے میں اس قبیلہ کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔ قرآن اس واقعہ کو سورہ ہشر کی آیت نمبر ۲ سے ۴ تک میں یوں بیان کرتا ہے: هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا * وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ * فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ؛ وَلَوْ لَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ؛ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ؛ وہ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافر ہونے والوں کو پہلی ہی بید خلی مہم میں ان کے گھروں سے نکال دیا، تمہارا گمان نہیں تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے مگر اللہ (کا عذاب) ان پر ایسی جانب سے آیا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے، پس اے بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔ (۲) اور اگر اللہ نے ان پر جلا وطنی لکھ نہ دی ہوتی تو انہیں دنیا میں ضرور عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے ہے ہی جہنم کا عذاب۔ (۳) یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی اور جو اللہ سے دشمنی کرے تو اللہ یقیناً سخت عذاب دینے والا ہے (۴)۔ (ترجمہ محسن علی نجفی، ۲۰۱۶ء، ج ۹، ص ۹۸-۱۰۰) تاریخ میں اہل کتاب نے مسلمانوں سے کئی بار شکست کھائی ہے یہ اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلایا کہ کفر، ظلم، شرارت اور بدعہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔ (مولانا شبیر احمد عثمانی، ۱/۶۴)



ج۔ خوف اور بزدلی

قرآن نے یہودیوں کے خوف اور بزدلی کو سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۱ میں بیان کیا ہے: لَنْ يَضُرُّكُمْ اِلَّا اَذًى وَّ اِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُؤَلِّوْكُمْ اِلَّا ذُبَاكُمۡ لَا يُنصِرُوْنَ؛ یہ لوگ ایذا رسانی کے سوا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر تمہارے ساتھ لڑائی کی نوبت آئی تو یہ تمہیں پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے، پھر انہیں کہیں سے مدد نہیں ملے گی۔ (ترجمہ محسن علی نجفی، ۲۰۱۶ء، ج ۲، ص ۱۴۳) علامہ اکبر قرشی لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اتنے بزدل ہیں، اگر یہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے تو انکی شکست یقینی ہے۔ (قرشی، علی اکبر، ج ۲، ص ۱۶۰) اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر یہ ایمان نہ بھی لائے تو باوجود دولت، قوت اور اثر و رسوخ کے تم پر کبھی بھی غالب نہیں آئیں گے اور اگر کبھی تمہارے مقابلہ میں آگے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ (محمد حسین نجفی، ۲۰۱۳ء، ج ۱، ص ۵۳۶)

د۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸۲ میں یہودیوں کی اس صفت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں صریحاً بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کی نگاہ میں قوم یہود ہی مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ چنانچہ فرمایا: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الْيَهُودَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا؛ (اے رسول) اہل ایمان کے ساتھ عداوت میں یہود اور مشرکین کو آپ پیش پیش پائیں گے۔ علامہ محسن علی نجفی قائل ہیں کہ مسلمانوں کے یہود و نصاریٰ دونوں دشمن ہیں مگر یہودی دشمنی میں شدت پسند ہیں۔ (محسن علی نجفی، ۲۰۱۶ء، ج ۲، ص ۵۷۳)

۲۔ سماجی خصوصیات

الف۔ قوم پرستی

قرآن کریم نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں قوم یہود کی قوم پرستی کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے: وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا اَوْ نَصْرٰى ۚ تِلْكَ اٰمَانِيْهُمْ ۚ قُلْ هَاتُوْا بُرْاٰنَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ؛ اور وہ کہتے ہیں: جنت میں یہودی یا نصرانی کے علاوہ کوئی ہرگز داخل نہیں ہو سکتا، یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں، آپ کہہ دیجئے: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔



ب۔ زمین میں فساد پھیلانا

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶۴ میں یہودیوں کی اس صفت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہودیوں کی سیاسی خصوصیات میں اس خصوصیت کو بیان کیا گیا ہے لہذا تکرار سے بچنے کے لیے اس خصوصیت کو یہاں بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

ج۔ قساوت قلبی

قرآن مجید نے یہودیوں کی سنگدلی اور قساوت قلبی کو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۷۴ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرمایا:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشْقَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ؛ پھر اس کے بعد بھی تمہارے دل سخت رہے، پس وہ پتھر کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے، کیونکہ پتھروں میں سے کوئی تو ایسا ہوتا ہے جس سے نہریں پھوٹتی ہیں اور کوئی ایسا ہے کہ جس میں شگاف پڑ جاتا ہے تو اس سے پانی بہ نکلتا ہے اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو بہت الہی سے نیچے گر پڑتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ علامہ طباطبائی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: بنی اسرائیل کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ پتھر خدا کے خوف سے ڈرتے ہیں اور اس کے حضور خاضع اور عاجزی کے ساتھ جھکتے ہیں جبکہ یہودیوں کے دلوں میں نہ تو خدا کا خوف ہے اور نہ ہی وہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ (طباطبائی، ۱۳۶۳، ج ۶، ص ۲۰۶)

۲۔ ۳۔ مذہبی خصوصیات

الف۔ کفر اور بے ایمانی

قوم یہود کی منفی خصوصیات میں سے جس منفی صفت کا قرآن میں ۲۷ سے زیادہ مرتبہ تکرار ہوا، وہ اس قوم کا کفر اور بے ایمانی ہے جس کو صاف الفاظ میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۶۱ میں بیان کیا گیا ہے: وَإِذْ قُلْتُمْ يُؤْسَىٰ لَنَا نَضَبٌ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصِلِهَا قَالَ اتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ إِنَّهُ بَطُولٌ مِّصْرًا فَإِنَّ



لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ * وَبَاءَ وَبَغَضَ مِنَ اللَّهِ ذُلِكِ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذُلِكِ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ؛ اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا تھا: اے موسیٰ! ہم ایک ہی قسم کے طعام پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے، پس آپ اپنے رب سے کہہ دیجئے کہ ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزیں فراہم کرے، جیسے ساگ، ککڑی، گہبوں، مسور اور پیاز، (موسیٰ نے) کہا: کیا تم اعلیٰ کی جگہ ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو؟ ایسا ہے تو کسی شہر میں اتر جاؤ جو کچھ تم مانگتے ہو تمہیں مل جائے گا اور ان پر ذلت و محتاجی تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو گئے، ایسا اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے اور یہ سب اس لیے ہوا کہ وہ نافرمانی اور حد سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

ب۔ بہتان اور جھوٹ باندھنا

تحریف شدہ کتابِ تورات میں خدا اور پیامبرانِ الہی کی طرف جھوٹ کی نسبت اور بہتان کا ذکر کثرت کے ساتھ ملتا ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۷۸ میں ذکر ہے: وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونُ السِّنْتَهِمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ؛ اور (اہل کتاب میں) یقیناً کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح پھیرتے ہیں کہ تمہیں یہ خیال گزرے کہ یہ خود کتاب کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب سے متعلق نہیں اور وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کی جانب سے ہے حالانکہ یہ اللہ کی جانب سے نہیں ہوتی اور وہ جان بوجھ کر اللہ کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہیں۔

س۔ مسئلہ فلسطین کی اہمیت پر دلائل

فلسطین کا مسئلہ بھی ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، جو تمام مشترکہ مسائل میں تمام اسلامی ممالک کا اولین مسئلہ ہے۔ مسئلہ فلسطین میں کچھ منفرد پہلو پائے جاتے ہیں:

الف۔ مسلمان ملک پر قبضہ



ایک مسلمان ملک پر زبردستی قبضہ کر کے غیروں (یہودیوں) کے حوالے کر دیا گیا۔ یہودیوں کو مختلف ملکوں سے جمع کیا اور ایک جعلی اور موزیک نوعیت کی حکومت تشکیل دے دی گئی۔

ب۔ قبضے کے ساتھ مسلسل ظلم و ستم

تاریخ میں فلسطین کا واقعہ اپنی مثال آپ، مسلسل قتل و غارت، ظلم اور ذلت کے ساتھ جاری ہے۔

ج۔ دینی مراکز کی توہین اور تباہی

فلسطین کی سر زمین پر مسلمانوں کے قبلہ اول کے موجود ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے دوسرے محترم دینی مراکز بھی موجود ہیں جن کی توہین، تباہی اور بربادی کا خطرہ ابھی بھی موجود ہے۔

د۔ اسرائیل، استکباری طاقتوں کا اڈہ

اسرائیلی غاصب ریاست عالم اسلام کے خلاف سب سے حساس مقام پر، شروع سے لے کر اب تک استکباری اور ظالم حکومتوں کے لیے ایک فوجی، سکیورٹی اور سیاسی اڈے کا کردار ادا کر رہی ہے۔ مغربی استعمار، جو مختلف وجوہات کی بناء پر اسلامی ممالک کے اتحاد، ترقی اور پیشرفت کا دشمن ہے، اسرائیل کو ہمیشہ امت مسلمہ کے پہلو میں خنجر کی طرح استعمال کر رہا ہے۔

و۔ اسرائیل انسانیت کے لیے خطرہ

صہیونیسزم، جو پوری انسانیت کے لیے ایک بڑا اخلاقی، سیاسی اور معاشی خطرہ ہے۔ صہیونیت نے اسرائیل کو فلسطین کی سر زمین پر اپنی دنیاوی توسیع اور حکمرانی کے لیے ایک ذریعہ اور مرکز بنالیا ہے۔

ہ۔ عالم اسلام کا نقصان

عالم اسلام کو اسرائیل کی وجہ سے جو نقصانات اٹھانے پڑے ان میں سے: وہ بھاری مالی اور جانی قیمت، جو اب تک اسلامی ممالک ادا کر رہے ہیں، مسلم حکومتوں اور مسلم اقوام پر ذہنی دباؤ، لاکھوں بے گھر اور بے یار و مددگار فلسطینیوں کا دکھ جن کی اکثر تعداد چھ دہائیوں کے بعد بھی کیمپوں اور زیر آسمان زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور عالم اسلام کے ایک تاریخی اور تمدنی مرکز کا ہاتھ سے نکل جانا وغیرہ۔

ز۔ اسلامی بیداری میں اضافہ



مذکورہ تمام دلائل میں سے ایک بنیادی اور کلیدی وجہ "اسلامی بیداری کی تحریک" ہے۔ جس نے پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور امت مسلمہ کی تاریخ میں ایک نیا اور فیصلہ کن دور شروع ہو گیا ہے۔ یہ عظیم تحریک، بلاشبہ اس حساس خطے میں ایک طاقتور، ترقی یافتہ اور ایک منظم اسلامی اتحاد کا موجب بن سکتی ہے اور ان شاء اللہ مسلسل کوشش اور پختہ عزم، مسلم قوموں کے لیے پسماندگی، کمزوری اور ذلت کے دورے کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ صہیونی ریاست کے بڑھتے ہوئے مظالم اور ایک طرف امریکہ کے ساتھ کچھ نادان اور کم عقل عرب حکمرانوں کی شراکت داری، جبکہ دوسری طرف فلسطینی قوم کی مسلسل جدوجہد اور باایمان نوجوانوں کی معجزانہ کامیابیاں (جیسے لبنان کی ۳۳ روزہ جنگ اور دوسری طرف غزہ کی ۲۲ روزہ جنگ) یہ اہم عوامل ہیں جنہوں نے مصر، تیونس، لیبیا اور خطے کے دیگر تمام ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ (امام خامنہ ایؒ، انتفاضہ فلسطین حمایت کانفرنس، ۰۹، ۰۷، ۱۳۹۰، <https://khl.ink/f/17401>)

امام خامنہ ایؒ نے اپنے بیانات میں نہ صرف فلسطین کی حمایت اور مسئلہ فلسطین کو اجاگر کیا بلکہ آپ نے اس ضمن میں اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لیے منطقی دلائل بھی پیش کیے۔ امام خامنہ ایؒ کی نگاہ میں جعلی صہیونی حکومت ہی عرب ممالک کے لیے اختلافات کی بنیادی وجہ ہے۔ آپؒ نے واضح طور پر بیان کیا کہ دشمن کی تمام کوششیں ناکامی سے دوچار ہوں گی۔ ایک اور جگہ پر آپؒ فرماتے ہیں کہ: جب سے اقوام متحدہ نے باقاعدہ طور پر اسرائیل کو تسلیم کیا یعنی نصف صدی سے زیادہ عرصہ پہلے اور گزشتہ سال تک اسرائیلی حکومت بے لگام تھی اور کوئی بھی اس کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا لیکن لبنان کی اسلامی مزاحمت، جو ایمان کے ہتھیاروں سے لیس اور چند ہزار نوجوانوں پر مشتمل تھی، نے اسرائیلی حکومت اور اس کے حامیوں کی نیندیں اڑا دیں۔ ان عزیز نوجوانوں نے بغیر کوئی مراعات دیے اس غاصب حکومت کو ذلیل کر کے جنوبی لبنان سے باہر نکال دیا۔ ان نوجوانوں کی کامیابی اور فتح دوسرے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بن گئی ہے اور آج ہم مسجد الاقصیٰ کی انتفاضہ دیکھ رہے ہیں، جو لبنان کی اسلامی مزاحمت کی طرح ہے مگر پہلے سے وسیع تر پیمانے پر۔ (امام خامنہ ایؒ، بین الاقوامی حمایت انتفاضہ فلسطین کانفرنس، <https://khl.ink/f/3061>، ۱۳۸۰-۰۲-۰۴)



۴۔ یہودیوں کی شکست کا جائزہ

۱۔ یروشلم کی تباہی اور یہودیوں کی جلاوطنی

سن ۷۰ م میں، رومی شہزادے تیتوس نے یروشلم کا محاصرہ کر کے اسے تباہ کر دیا اور بے شمار لوگوں کو تلوار سے قتل کیا اور اس نے یہودی عدالت کو بھی ختم کر دیا تھا۔ سن ۱۳۵ م میں ہونے والی بغاوت کو بھی سختی سے کچل دیا۔ اس زمانے میں شہر کی مغربی دیوار جو تباہ ہونے سے بچ گئی تھی اور آج بھی موجود ہے۔ سارے یہودی اس دیوار کے قریب آکر شہر کی تباہی کا غم مناتے تھے۔ اس دیوار کو "دیوارِ ندبہ" کہا جاتا ہے جبکہ مسلمان اس دیوار کو "حائط البراق" کہتے ہیں۔ اس واقعے کے بعد یہودی ہمسایہ ممالک، یورپ اور شمالی افریقہ چلے گئے۔ عبرانی زبان میں اس حالت کو "گالوت" یعنی "جلاوطنی" اور یونانی زبان میں "دیا سپورا" یعنی "منتشر ہونا" کہا جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، کچھ یہودی مدینہ منورہ (جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا) جا کر آباد ہو گئے۔ اسلامی روایات کے مطابق، یہودیوں کا مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کا مقصد آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار کرنا تھا۔ بعد میں حضرت عمر کے دور میں مسلمانوں نے مذاکرات کے ذریعے سے عیسائیوں سے شہر قدس کو واپس لے لیا تھا۔ طبری نے سن ۱۵ ہجری کے واقعات میں لکھا ہے کہ: مسلمانوں نے جب شہر قدس کو واپس لیا تو انہوں نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر صلح نامہ تیار کیا تھا۔ اور اس میں یہ عہد کیا تھا کہ مسلمان کبھی بھی اس شہر میں یہودیوں کو رہنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ (توفیقی، ۱۳۹۸، ص ۹۸) کچھ مؤرخین کے مطابق: یورپ میں تہذیب کے خاتمے میں فلسطینیوں کا کوئی قصور نہیں تھا لیکن اس کے باوجود انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ (آرنت، ۱۳۹۹، ص ۱۲)

۲۔ عصر حاضر میں صہیونی حکومت کا کمزور ہونا

صہیونی حکومت ماضی کی نسبت اب بہت زیادہ کمزور ہو چکی ہے۔ یہ وہی حکومت ہے جس نے "نیل سے فرات تک" کا نعرہ لگایا تھا اور جن کا یہ دعویٰ تھا کہ "نیل سے فرات تک" سب کچھ ہمارا ہے۔ ان تمام دعوؤں کے باوجود پچاس دن غزہ میں فلسطینیوں کی سرنگوں کو فتح نہ کر سکی۔ یہ وہی حکومت ہے جس نے پچاس دن تک اپنی پوری طاقت لگا دی تاکہ حماس، جہاد اور فلسطینیوں کی زیر زمین سرنگوں کو تباہ کر کے ان پر قبضہ کر لے، لیکن کچھ نہ کر سکی۔ یہی وہ حکومت ہے جو کہتی تھی کہ "نیل سے فرات تک" ہماری ملکیت ہے۔ آپ دیکھیں کہ کسی قدر تبدیلی



آگئی ہے اور یہی حکومت کتنی ضعیف اور کمزور ہو چکی ہے۔ (امام خامنہ ای، عالمی کانفرنس بعنوان جریان های افراطی، میں شرکاء سے خطاب، ۱۳۸۹، ۰۸، ۰۴، [https://farsi.khamenei.ir/speech-۱۳۸۹،۰۸،۰۴-\(content?id=3180](https://farsi.khamenei.ir/speech-۱۳۸۹،۰۸،۰۴-(content?id=3180)

۳۔۳۔ بنی اسرائیل کی دوبارہ شکست کا الہی وعدہ

امام خامنہ ای نے قرآن کے حوالے سے یہودیوں کے دوبارہ شکست سے دوچار ہونے کے وعدے کو بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس وعدے سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: **وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّةً ثَيْنٍ وَلَتُكَلَّنَنَّ عَلُوًّا كَبِيرًا**؛ اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ ضرور فساد برپا کرو گے اور ضرور بڑی طغیانی دکھاؤ گے۔ لیکن ہر بار بندگانِ خدا اور لشکرِ الہی میں سے کچھ لوگ پیدا ہوتے ہیں جو تمہیں تمہارے فساد اور سرکشی کے انجام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تاریخ کا زندہ واقعہ ہے کہ جو قوم بھی حق، حقیقت اور عدالت طلبی کے ہتھیار کے ساتھ اٹھے اور مشکلات برداشت کرے تو یقیناً خدا اس قوم کی مدد کرے گا۔ لیکن جو قوم فساد پھیلائے، کمزوروں پر ظلم اور انسانی اقدار کو فراموش کر دے ایسی قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

۵۔ فلسطین اور اسرائیل کے بارے میں جمہوری اسلامی کا موقف

فلسطین ایک تاریخی ملک ہے۔ تاریخ میں ہمیشہ سے فلسطین کے نام سے ایک ملک موجود تھا۔ چند مٹھی بھر افراد نے دنیا کی ظالم و جابر حکومتوں کی سرپرستی میں انتہائی ظالمانہ اور جبر کے ساتھ اس ملک کے باشندوں کو ان کے اپنے ہی ملک اور سرزمین سے بے دخل کر دیا۔ آج لاکھوں، کروڑوں مظلوم فلسطینی مہاجرین، اپنے ملک کی بجائے پڑوسی ممالک اور دوسرے ملکوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں جن میں سے اکثر آج بھی کھلے آسمان کے نیچے کیپیوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ درحقیقت، ان سامراجی اور طاغوتی قوتوں نے فلسطین کے نقشے کو جغرافیہ سے مٹا دیا ہے اور اس قوم کو مکمل طور پر نیست و نابود کر کے اس کی جگہ ایک جعلی اور نئے جغرافیائی ٹکڑے کو مسلط کرنے کے بعد اس کا نام اسرائیل رکھ دیا ہے۔ دیکھئے! منطق کیا تقاضا کرتی ہیں؟ مسئلہ فلسطین کے متعلق ہم جو بات کرتے ہیں وہ صرف زبانی نعرہ نہیں ہے بلکہ سو فیصد منطق پر مبنی بات ہے۔ جبکہ (استکباری قوتیں) کہ جن میں سب



سے پہلے برطانیہ تھا پھر امریکہ ان کے ساتھ مل گیا اور اسی طرح باقی مغربی مالک نے بھی اس سلسلے میں ان کی اطاعت کی۔ ان طاقتوں کا ماننا ہے کہ فلسطین کی سر زمین اور فلسطینی قوم کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے تاکہ ان کی جگہ ایک نیا ملک جس کا نام اسرائیل ہے اور ایک جعلی قوم جس کا نام قوم اسرائیل ہے، وجود میں آجائے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں دوسری طرف امام خمینیؑ فرماتے ہیں کہ: "نہیں! یہ جعلی اور مسلط کردہ اکائی ختم کی جائے اور اس کی جگہ اصلی قوم، اصلی ملک اور اصلی جغرافیائی اکائی بحال کی جائے۔"

ان دو باتوں میں سے کون سی بات منطقی ہے؟ وہ بات جو تلوار، ظلم اور جبر پر مبنی ہے اور ہزاروں سال پرانی تاریخی اور جغرافیائی اکائی کو یکسر مٹانا چاہتی ہے؟ یا یہ بات کہ اصل اکائی باقی رہے جبکہ جعلی اور مسلط کردہ اکائی نیست و نابود ہونی چاہیے؟ امام خمینیؑ کی یہی بات سب سے منطقی ہے جو انہوں نے بیان فرمائی، جو غاصب اسرائیل اور مسئلہ فلسطین کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ امام خمینیؑ نے یہ بات صراحت کے ساتھ بیان کی تھی۔ آج اگر کوئی بندہ محض اشارے اور کنایے میں بھی یہ بات کہے، تو وہ لوگ جو خود کو امام خمینیؑ کا مطیع کہتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں کہ جناب عالی! کیا امام خمینیؑ نے یہ بات کہی تھی؟ جی بالکل! یہ بات امام خمینیؑ نے ہی کہی تھی۔ ان کی منطق یہی ہے اور یہ منطق بالکل درست ہے۔ تمام عالم اسلام، تمام حریت پسند اور غیر جانبدار قومیں مانتی ہیں کہ امام خمینیؑ کا فلسطین کے مسئلے پر جو موقف ہے وہ حقیقت پر مبنی اور درست ہے۔ (امام خامنہ ایؒ، حرم امام خمینیؑ، نماز جمعہ کا خطبہ، ۱۳، ۰۳، ۱۳۸۹ء، <https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=9524>)

۵۔ اسرائیل کے خلاف پہلا علمی بیان

انقلاب اسلامی کے معمار، امام خمینیؑ نے سب سے پہلے اسرائیل کے خلاف اپنا موقف واضح انداز میں پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ: اسرائیل نہیں چاہتا کہ اس ملک (ایران) میں قرآن موجود ہو، اس ملک میں کوئی سائنسدان یا عالم ہو۔ اور اسرائیل کا مقصد ایران (اور پوری دنیا) کی معیشت اور دولت پر قابض ہونا ہے۔ امام خمینیؑ نے اس بیانیے میں طاغوتی حکومت (پہلوی حکومت) کو خبردار کیا کہ وہ اسرائیل کے خلاف تقریروں پر پابندی کیوں لگا رہی ہے۔ (صحیفہ امام خمینیؑ، ج ۱، ص ۲۴۳) امام خمینیؑ نے ماہ مبارک رمضان کے آخری جمعہ کو "یوم القدس" قرار دیا اور مسلمانوں سے بیت المقدس کی حمایت کا پرزور مطالبہ کیا۔ (صحیفہ امام خمینیؑ، ج ۹، ص ۲۶۷)



۵-۲۔ اسرائیل ایک بدبودار اور سرطانی غرور

"صہیونزم ایک بدبودار اور سرطانی غرور" یہ وہ اصطلاح ہے جسے امامین انقلاب (امام خمینیؑ اور امام خامنہ ایؑ) نے اسرائیل کے لیے استعمال کی ہے۔ اسی طرح ان دو عظیم شخصیات نے مسلمانوں کو بچوں کے قاتل اور غاصب اسرائیل کے خطرات سے باخبر کیا۔ امام خامنہ ایؑ کے نزدیک مسئلہ فلسطین اتنا اہم ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "مسئلہ فلسطین عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ ہے"۔ (امام خامنہ ایؑ، فلسطینی مفکر اور مجاہد سے گفتگو، <https://farsi.khamenei.ir/others-dialog?id=53063>، 1402-۰۳-۱۵) اس سے ایک سال پہلے امام خامنہ ایؑ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح بھی علم ملکوت میں مسئلہ فلسطین کے معاملے میں غمگین اور غمزہ ہے اور اس کا علاج مجاہدیت اور کوشش ہے۔ (امام خامنہ ایؑ، ولادت پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام صادقؑ کے موقع پر مسئولین اور کارمندوں سے گفتگو، <https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3124>، ۱۳۸۱-۰۳-۰۹)

(۰۹-۰۳)

خاتمہ

قوم یہودی کی تاریخ، ان کے کردار، قرآن مجید کا اس بارے میں نقطہ نظر اور امامین انقلاب (امام خمینیؑ اور امام خامنہ ایؑ) کے بیانات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ جمہوری اسلامی کا موقف اس معاملے میں مکمل طور پر منطقی اور درست ہے۔ یہ اصول درجہ ذیل ہیں:

الف۔ یہودی قوم خصوصاً سیاسی صہیونیت کبھی بھی بھروسہ کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ قوم تاریخ میں اپنی بد عہدی میں مشہور ہے۔

ب۔ یہودیوں کی جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا جیسے دہشت گردی، جنگ طلبی، زمین میں فساد پھیلانا، اللہ تعالیٰ، پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے دشمنی، مال کی محبت، حسد اور کینہ رکھنا۔ ان وجوہات کی بناء پر عقل کا تقاضا ہے کہ اس معاملے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، قرآنی تعلیمات پر عمل اور رہبر حکیم پر بھروسہ کرتے ہوئے انقلاب اسلامی کی کشتی کو مزید تیز رفتاری سے آگے لے کر چلیں۔



ج۔ قرآنی آیات کے مطابق، یہودی اگرچہ ہمیشہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے لیکن، قانونِ خداوندی اور معصومین علیہم السلام کے کیے گئے وعدوں کے تحت عزت مسلمانوں ہی کے لیے ہے جبکہ ذلت صہیونیت کا مقدر ہوگی۔

د۔ قومِ یہود کی تاریخ اور موجودہ دور میں صہیونیت کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے، ہمیں اس جنگِ طلب اور سفاک دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت اپنے آپ کو آمادہ رکھنا چاہیے اور بعض مصلحت پسند مسلمان ممالک کی طرح اسرائیل کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے لیے کسی قسم کا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن مجید اور شہید امام خامنہ ائی کے وعدوں کے مطابق صہیونیت کی شکست قریب ہے۔ شہید امام خامنہ ائی نے اپنی حالیہ تقریر میں بھی اس بات کی طرف دوبارہ توجہ دلائی تھی کہ ہم (فتح کی) چوٹی کے قریب پہنچ چکے ہیں اور مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔



کتابیات قرآن مجید

۱. ابابان، (۱۳۵۸)، قوم من قوم من تاریخ بنی اسرائیل، ترجمه نعمت الله شکیب اصفهانی، تهران، یهودا بروخیم و پسران.
۲. احمدی، محمد، (۱۳۷۶)، پژوه صهیونیت، موسسه فرهنگی پژوهشی ضیاء اندیشه، چاپ اول، تهران.
۳. اخبار صد او سیماي جمهوری اسلامی ایران مورخ ۲۳-۰۹-۱۳۸۳.
۴. الرفاعی، عبد الرحمن، (۱۳۷۷)، نفوذ صهیونیسم بر رسانه ها، ترجمه حسین سرو قامت، کیهان، تهران.
۵. آجیلی، هادی، (۱۳۹۰)، یهود و صهیونیسم در قرآن، نشر دانشگاه امام صادق.
۶. بناب، علی جدید، (۱۳۷۹)، عملکرد یهود در عصر نبوی، موسسه پژوهشی امام خمینی، چاپ اول، قم.
۷. توفیقی، حسین، (۱۳۹۸)، آشنائی با ادیان بزرگ، سمت، تهران.
۸. خمینی، روح الله، (۱۳۶۸)، صحیفه امام خمینی مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تهران.
۹. رضا، محمد شریف. (۱۴۱۳هـ). تفسیر المنار، دار المعرفت، بیروت.
۱۰. سپاه پاسداران انقلاب اسلامی، (۱۳۶۰)، جهان زیر سلطه صهیونیسم، انتشارات سپاه پاسداران انقلاب اسلامی، تهران.
۱۱. شیرازی، سید محمد، (۱۳۸۱)، دنیا با زیچ یهود، بنیاد آزادگان، قم.
۱۲. طباره، عقیف عبدالفتاح، (بی جا: بی تا)، چهره یهود در قرآن، ترجمه سید مهدی آیت اللهی، نشر جهان آراء.
۱۳. طباطبائی، سید محمد حسین، (۱۳۶۳)، تفسیر المیزان، ترجمه سید محمد باقر موسوی همدانی، نشر جامعه مدرسین حوزه علمیه، چاپ اول، قم.
۱۴. قرآنی، محسن، (۱۳۸۸ش)، تفسیر نور، مرکز فرهنگی در سهای از قرآن، تهران.
۱۵. قرشی، علی اکبر، (۱۳۷۴ش)، تفسیر احسن الحدیث، بنیاد بعثت، تهران.
۱۶. قتی، علی ابراهیم، (۱۳۸۸)، تفسیر قتی، بنی الزهراء، قم، ایران.
۱۷. لامبلن، ژرژ، (۱۴۰۰)، پروتکل های دانشوران صهیون، متن کامل تطبیق شده با اصل، در سال ۱۸۹۲ در شهر بال توسط کنگره صهیونیست تأیید شده است، نشر المعی.



۱۸. محمد حسین نجفی، (۲۰۱۳)، فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، پاکستان۔
۱۹. مستربا کس، (۱۳۹۴)، قاموس کتاب مقدس، نشر اساطیر، چاپ چہارم، تہران۔
۲۰. مسیری، عبد الوہاب، (۱۳۷۴)، صہیو نیسم، وزارت امور خارجہ، تہران۔
۲۱. مکارم شیرازی، ناصر، (۱۳۷۴ش)، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران۔
۲۲. مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، (۶۳/۱)، تفسیر عثمانی، فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔
۲۳. مولانا صلاح الدین یوسف صاحب، تفسیر مکہ، مطبع شاہ فہد قرآن کمپلیکس سعودی عرب۔
۲۴. نولتہ، ارنست، (۱۴۰۰)، اسلام گرائی، ترجمہ مہدی تدینی، نشر ثالث۔
۲۵. واعظی، حسن، (۱۳۷۹)، ہر دنا برابر، سرش، چاپ اول، تہران۔
۲۶. ویہض، عجاج، (۱۳۷۳)، پروتکل ہای دانشوران صہیون، بنیاد پژوہشہای آستان قدس رضوی، مشہد۔